© rasailojaraid.com

بدلائلِ صحیحہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ عمرو بن العاص اپنے اختیار کردہ موقف میں ہرگز غیر مخلص نہیں ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غیر مخلص ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم نے یہ بات کہہ کر حضرت علیؓ کی اصابت اور ثقاہت پر انگلی رکھنے کی کوشش کی ہے۔ حاشا وکلّا ہماری اس تحریر کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے۔ ہمیں عمرو بن العاص کا دفاع تو بے شک مطلوب ہے کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے متعلق جو کچھ کہا اور سمجھا جاتا ہے وہ ان سے صریح زیادتی ہے، مگر حضرت علیؓ پر الزام ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے راستہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بطور کسی متنازعہ فیہ شخصیت کے آتی ہی نہیں اور ان کی ذات گرامی کا اس بحث سے دونوں کے تقابلی موازنہ و مطالعہ کے بطور کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک عمروؓ بھی دوسرے بے شمار صحابہ رسول کی طرح ایک مخلص، مومن، متانت، بلند پایہ متقی، نیک دل انسان اور صحابہ کے اندر ان لوگوں میں داخل ہیں جو حضور علیہ السلام کا نام لے کر جیتے تھے اور خود حضور علیہ السلام بھی ان سے محبت کرتے تھے جو نبی علیہ السلام کے محب بھی تھے اور محبوب بھی، مگر گروہی تعصب نے محض اس جرم کی پاداش میں کہ انہوں نے ایک مرحلہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ انہیں ایک چالاک سیاستدان، مشاق، شاطر، صاحب مکر و خدع، مدبّر اور بدعہد قائد کی حیثیت سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے اور عجیب ستم ظریفی ہے کہ گروہی تعصب کے اس مرحلہ پر غیر ثقہ راویوں کی عصبیت کے ہجوم میں بھی ہمارے بعض اونچے درجہ کے مؤرخین تک انہیں "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا اور لکھنا نہیں بھولے اور انہوں نے بالکل خیال نہیں کیا کہ ایک ایسے شخص کے لیے جس کی ہر صفت ان کے نزدیک سرتاسر نفاق کی آئینہ دار ہے اسے "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھنے کی کیا تک ہے؟ اور یہ امر بے حد تکلیف دہ ہے کہ یہ روش صرف ان پرانے مؤرخین تک ہی بس نہیں کرتی بلکہ دورِ حاضر کے بعض اونچے درجہ کے مصنفین کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ایک طرف تو تنقید و تبصرہ کے حدود و تنقیص و توہین سے ملا دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی حروف تہجی کی پٹاری سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخفف نکال کر بے چارے شکارِ ستم تحقیق صحابی کے نام پر "رض" کا ڈیڑھ حرف چپکا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آنجناب نے صحابہ رسولؐ کے احترام کا حق ادا کر دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخ کا یہ باب کسی بھی صاحب نظر کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے کہ زیر بحث مسئلہ کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف سے صرف ایک عمرو بن العاص نے ہی اختلاف نہیں کیا بلکہ جس تعداد میں لوگوں نے حضرت علیؓ کی حمایت کی ہے مسلمانوں کی اتنی ہی بلکہ اس سے بھی سوا تر تعداد حضرت علیؓ کی رائے سے متفق نہیں تھی۔ ہمیں دور جانے کی حاجت نہیں خود مدینہ منورہ میں ہی حضرت زبیرؓ جیسے علی نواز بزرگ بھی جنہوں نے وفاتِ رسول کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے انعقاد کی خبر سُن کر تلوار کھینچ لی تھی اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ:

"جب تک حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کر لی جائے گی۔ یہ تلوار نیام کے اندر نہیں جائے گی"

اور جنہوں نے حمایت علیؓ کے جوش میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم رفیق رسول پر تلوار سے حملہ کر دیا تھا اور اگر وہ فرش میں الجھ کر خود ہی نہ گر جاتے تو عمرؓ کی پیشانی ضرور رنگین ہو جاتی صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے خلیفۂ ثالث کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت علی کے حق میں اپنے حق خلافت دست برداری دے دی تھی اور رائے شماری کے مرحلہ پر بھی اپنا بوجھ حضرت علیؓ کے پلڑے میں ہی ڈالا تھا۔ اس پایہ کے بزرگ بھی حضرت علیؓ کے موقف سے اختلاف رکھنے والے لوگوں میں ہی شامل تھے اور حضرت علیؓ کے دلائل سے مطمئن نہیں تھے۔ ایسے میں اگر حضرت عمروؓ بن العاص نے بھی حضرت علیؓ سے اختلاف کر لیا اور ان کی بصیرت نے انہیں فریق ثانی کا ہمنوا بنا دیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ بالخصوص اس صورت میں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں اصحاب عمروؓ کی سطح پر ہی سوچ رہے تھے۔ مگر عمرو بن العاص کی بدقسمتی دراصل یہ تھی کہ ان کی شخصیت بہت ہی فعّال تھی اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاسی شکست تک ان کے موقف سے اختلاف جاری رکھا اور ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی حمایت کرتے رہے جو خون عثمانؓ کا بدلہ چاہنے والے شامیوں کی قیادت کر رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قانونی ولی بھی تھے۔

ایک واشگاف حقیقت

واقعہ یہی ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص کو محض سیاسی اور گروہی تعصب کی وجہ سے ہی حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیؓ کا معاند سمجھ لیا گیا ہے۔ ورنہ انہیں حضرت علیؓ سے کوئی عناد یا خصوصت نہیں تھی بلکہ بات صرف اتنی ہی تھی کہ وہ دوسرے بے شمار صحابہ کی طرح قتلِ عثمانؓ کے بعد رونپذیر ہونے والے حالات میں حضرت علیؓ کی مصلحت اور ان کے اسلوب فکر کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ ورنہ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے وہ اپنی حیات کے اس دور میں حضرت عثمانؓ کی حاکمیت کے سخت زخم خوردہ اور ان کے شدید مخالف تھے اور اگر عثمانؓ اور عمروؓ کی کش مکش کو سامنے رکھا جائے اور عمروؓ کی ان شکایات کا مطالعہ کیا جائے جو انہیں حضرت عثمانؓ کی ذات سے تھیں تو اس مرحلہ پر چاہیے یہ تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے وارثوں کی بجائے حضرت علیؓ کی حمایت کرتے اور اپنے منصب کے ہادم اور اپنے زوال کے موجب عثمانؓ مقتول کے خون کو رائیگاں کرنے میں اپنی ساری صلاحتیں ختم کر دیتے۔

واقعات کی حد تک یہ امر تو خوب ہی واضح ہے کہ عمروؓ بن العاص کو حضرت امیر معاویہؓ سے کوئی بھی قریبی تعلق، کوئی بھی ذاتی شغف اور کوئی بھی نہاد محبت موجود نہیں تھی مگر دوسری طرف حضرت عثمانؓ سے معاندت روا رکھنے کے وجوہ صاف موجود تھے۔ بنابریں اگر وہ قتلِ عثمانؓ پر حضرت امیر معاویہؓ کو اپنا تعاون نہ بھی پیش کرتے تو انہیں کوئی قصور وار نہ کہتا۔ وہ حضرت عثمانؓ سے یقیناً خوش نہیں تھے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ قتل عثمان پر اچانک ہی ان کے خون میں عثمانؓ کی محبت سرسرا نے لگ جاتی بالخصوص اس حالت میں جب کہ انہیں حضرت علیؓ سے کوئی شکایت بھی نہیں تھی۔

اس حقیقت بینہ سے کون انکار کرے گا کہ مصر میں اسلامی سلطنت کا قیام عمروؓ کے بازوئے شمشیر زن کی ترکتازیوں اور ان کے فوجی و سیاسی فکر و تدبر کی نتیجہ خیز اڑانوں کا ہی رہین منت تھا۔ انہوں نے اس وسیع تر اور طویل وعریض سلطنت کو ایک قلیل سی فوج کے ساتھ قلیل سی مدت میں ہی جس قابلیت، جس شجاعت اور جس جوانمردی سے فتح کر لیا وہ جنگ و پیکار کی تاریخ کا ایک حیرت ناک کارنامہ ہے ۲۶ھ تک وہی مصر کی سلطنت کے والی اور حاکمِ اعلیٰ تھے مگر حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں ہی انہیں مصر کی ولایت سے معزول کرکے بیکار بنا کر رکھ دیا اور وہ قتل عثمان کے دنوں فلسطین کے ایک دور افتادہ گوشہ میں

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور پھر حضرت عثمان رضؓ کے اس سلوک کا ردّ عمل عمرو بن العاص پر کس قدر شدید ——— تھا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے آپ ذرا تاریخ طبری کی تیسری جلد سے ذیل کی چند روایات کا مطالعہ فرمالیجئے:

۱۔ عمرو بن العاص کو حضرت عثمان رضؓ نے مصر میں ان کے فرائض سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد کو خراج اور نماز کے لیے مقرر کیا۔ عمرو بن العاص مدینہ آئے تو حضرت عثمان رضؓ پر اعتراض کرنے لگے۔ عثمان رضؓ نے انہیں بلا کر کہا کہ:

"تم جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگے ہو۔ تمہیں یوں نہیں چاہیے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہارے دل میں میری نسبت کینہ اور بغض بھرا ہے۔"

وہ بولے:

"...... اپنی رعایا کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو......"

راوی کا بیان ہے کہ عمرو بن العاص جب عثمان رضؓ کے ہاں سے لوٹے تو ان سے سخت عداوت رکھنے لگے تھے۔ وہ حضرت علی کو بھی ان کے خلاف بھڑکاتے تھے، اور طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کے ہاں جا کر بھی عثمان رضؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ کبھی حاجیوں سے ملتے تو ان سے بھی عثمان رضؓ کے خلاف باتیں کرتے۔ پھر وہ عثمان رضؓ کے محاصرہ پر مدینہ سے نکل کر فلسطین چلے گئے اور "السبع" کے مقام پر قیام کیا۔ وہ کہتے تھے کہ:

"عثمان رضؓ کے بارے میں یہاں جلد خبریں موصول ہو سکیں گی۔"

۲۔ عمرو بن العاص کا نکاح عثمان رضؓ کی سوتیلی بہن "ام کلثوم" بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا تھا مگر جب عثمان رضؓ نے انہیں معزول کیا تو انہوں نے ام کلثوم کو طلاق دے دی۔

۳۔ عمرو بن العاص اکثر کہا کرتے تھے کہ:

"میں ...... جب کسی بکریاں چرانے والے سے بھی ملتا تو اسے عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا۔"

ان روایات کی روشنی میں عمرو رضؓ اور عثمان رضؓ کے باہمی تعلقات کی صورت بالکل ظاہر ہے اور ان حالات میں یہ قرار دینا غلط نہیں ہے کہ عمرو کا دل جب عثمان کی نسبت صاف نہیں تھا، نہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بلکہ وہ عثمان ؓ کی نسبت سخت تشدد بھی روا رکھتے ہوئے تھے اور شدت تاثر میں انہوں نے عثمان ؓ کی بہن کو بھی اپنی بیوی کے بطور بھی گوارہ نہ کیا اور انہیں طلاق دے کر گھر سے نکال دیا تو عثمان کے قتل ہو جانے پر انہیں بالکل قاتلوں کی طرح ہی خوش ہونا چاہیے تھا اور اگر اس قتل کے نتیجہ میں قاتلوں یا ان کے ہواخواہوں کو چشم زخم کا خطرہ ہوتا تو وہ ان کی حمایت میں کھلم کھلا نکل آتے اور عثمان ؓ کے خون کا بدلہ چاہنے والوں سے اپنی جراحت پائی کا بدلہ چاہتے۔ بالخصوص اس حال میں جب کہ انہیں ایسا ماحول بھی میسر آ گیا تھا اور عثمان ؓ اور آل عثمان ؓ کے دشمن ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے۔ مگر یہ عجیب صورتِ حال ہے اس کے خلاف وہ قتلِ عثمان ؓ کے المیہ کی اطلاع پاتے ہی بے چین ہو گئے۔ وہ عثمان کے خلاف اس ظالمانہ کارروائی پر چیخ اٹھے اور انہیں عثمان ؓ کی مظلومیت دیکھ کر اپنے وہ سارے زخم بھول گئے جو انہیں خود عثمان کے ہاتھوں اٹھانے پڑے تھے اور جن کی ٹیس وہ اب تک اپنے بطن قلب میں محسوس کر رہے تھے۔

وہ بے ریب عثمان ؓ کے مقابلہ میں علی ؓ کے بہت ہی قریب تھے مگر جب انہوں نے پوری دیانتداری سے یہ سمجھ لیا کہ موجودہ حالات میں حضرت علی ؓ کا اسلوبِ فکر حقائق کی عکاسی نہیں کرتا اور انہیں یہ سوچنے اور قرار دینے کا حق حاصل تھا، تو انہوں نے اپنے اس موقف کی حمایت میں گوشۂ تنہائی کو ترک کرنے کا فیصلہ کیا اور کسی طرف سے بلائے جانے کے بغیر خود آگے بڑھے اور بڑھ کر ان لوگوں میں شامل ہو گئے جن کی سوچ انہی جیسی تھی۔

کیا یہ ایک مثالی کردار نہیں ہے اور کیا یہ امر عمرو بن العاص کے ایمان کی سلامتی، اخلاق کی بلندی اور بے پناہ اخلاص کا مظہر نہیں ہے کہ انہوں نے جس امر کو حق سمجھا اس کی حمایت میں انہوں نے وہ سب کچھ کیا جسے بطور ایک عام فرد کے انہیں کرنے کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔

- انہیں یقیناً اپنے ذاتی مقاصد کے پیشِ نظر حضرت علی ؓ کے موقف کی حمایت میں کھل کر نکل آنا ہر لحاظ سے مفید تھا اور اگر وہ عثمان ؓ کو مظلوم بھی سمجھتے تھے۔ جب بھی علی ؓ کے مقابلہ میں خروج کی بجائے انہیں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے آنے والے حالات کا انتظار کرنا چاہیے تھا مگر کیا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ عثمان ؓ کے ہاتھوں زوال نعمت کا شکار ہو چکنے کے باوجود وہ اپنے اس مخالف کی صفِ حیات لپیٹ دینے پر خوش نہیں ہیں اور اپنی راہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کانٹے کے چُن لیے جاتے پر مسرت سے اچھلنے کی بجائے اس کی بے بسی سے متاثر ہیں اور اس کی مظلومیت کا انتقام لینے کے لیے بیتاب ہوتے جاتے ہیں اور انہیں اپنے زخم یاد نہیں رہتے۔

"ابن سعد" اور "طبری" کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓو بن العاص قاتلانِ عثمان کی بے دردی اور ظالمانہ کارروائی پر اس قدر مشتعل ہوئے کہ انہوں نے کسی خارجی تحریک و ترغیب کے بغیر ہی از خود فلسطین کی تنہائیوں کو خیرباد کہا اور دمشق کا طویل سفر اختیار کر کے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے اور زیر بحث مسئلہ کے زیر عنوان انہیں اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔

عمرؓو اگرچہ اس مرحلہ پر معاویہؓ کے لیے کوئی فوجی کمک تو مہیا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ معاویہؓ کے دارالسلطنت سے بہت دور فلسطین کے ایک خاموش اور دور افتادہ گوشے میں اقتدار سے محروم سعز دلی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ کو جب معاویہؓ اور عمرؓو کے مل بیٹھنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے عمرؓو کو معاویہؓ کا بازوئے خشک قرار دیا [1] جس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عمرو کی جنگی صلاحیتوں اور فوجی قابلیت کی بے پناہیوں میں تاریخ کے دھارے کی راہیں تبدیل کر دینے کی ہمت ضرور موجود تھی اور معاویہؓ کو اس مرحلہ پر یہی شے زیادہ مطلوب تھی۔ کیونکہ جہاں تک فوجی سپاہیوں، جانباز مجاہدوں اور تیغ زن بہادروں کا تعلق ہے۔ امیر معاویہ کے ہاں ان کی کمی نہیں تھی۔

جنگ صفین

خون عثمان کے سلسلہ میں انتقام لینے کا سب سے قوی مطالبہ شام کے حکمران حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ہی کیا گیا تھا۔

اور اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے فوجی اجتماع کا بنیادی مقصد بھی وہی تھا جس کے لیے امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں صف آرا ہو رہے تھے مگر ان دونوں بصری اور شامی اجتماعات میں بنیادی اعتبار سے بہت ہی بڑا فرق تھا۔

---

[1] ابن سعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی زیر کمان جمع ہونے والے مسلمان ایک عظیم بھیڑ کی حیثیت رکھتے تھے، جو ایک وقتی اشتعال کے زیر اثر اچانک ہی ایک بڑے ہجوم کی صورت میں جمع ہو گئے تھے اور جس طرح یہ اجتماع اچانک منعقد ہو گیا تھا۔ وہ اچانک ہی بعض فوجی مالی اور جذباتی وجوہ سے منتشر بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی جنگ سے دستبرداری کے سلسلہ کی مختلف روایات اس پر شاہد ہیں۔

پھر اس اجتماع کی پشت پر کوئی مرکز بھی موجود نہ تھا کہ حسب ضرورت اسے فوجی کمک یا مالی آسائش فراہم آسکتی اور پشت کا خلا اس کی اجتماعیت کو متاثر نہ کر سکتا۔ اس اجتماع کی نہاد کار جذبات کے دوش پر رکھی گئی تھی اور جذبات خواہ کتنے بھی پاکیزہ اور عالی ہوں آخر جذبات ہی ہیں جو بڑھتے بھی ہیں اور فرو بھی ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس اجتماع پر ایک بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ اس کے قائدین حضرات کو حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ طلب کرنے کا ہرگز حق نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں کو حضرت عثمانؓ کی ذات سے تولیت کا کوئی رشتہ موجود نہیں تھا۔ بخلاف ازیں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں یہ ساری ہی باتیں ٹھیک ٹھیک اپنی مطلوبہ حیثیت میں موجود تھیں۔

وہ ایک نہایت ہی مضبوط فوجی نظام کے مجاز مختار اور حاکم اعلیٰ تھے اور ساتھ ہی ایک عظیم سلطنت کے فرمانروا بھی تھے۔

ان کی فوجوں کی پشت پر ایک مضبوط مرکز موجود تھا جہاں سے حسب ضرورت ہر آن کمک کی ترسیل جاری رہ سکتی تھی۔ ان کا ایک مضبوط مالی نظام بھی تھا جو نہایت ہی مضبوط بنیادوں پر قائم تھا۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے نہایت ہی قریبی ولی بھی تھے۔ بنا بریں حضرت علیؓ کو سب سے زیادہ اور طاقتور خطرہ انہی کی جانب سے تھا اور انہوں نے اپنی پیش آمدہ مہم میں دراصل حضرت امیر معاویہؓ ہی کے خلاف خروج کیا تھا مگر بدقسمتی سے انہیں راہ چلتے جمل کے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت علیؓ جب جنگِ جمل سے فارغ ہوئے تو یہاں سے وہ پھر حضرت امیر معاویہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے تو انہوں نے اس قضیہ کو پیغامات کے تبادلوں سفیروں اور گفتگوؤں کے ذریعہ ہی حل کر لینے کی کوشش مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اکثر تو سفراء حضرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مجلسی بے احتیاطیاں اور مملکتی امور سے ناواقفیت اور ناتجربہ کاری کسی معقول اور مناسب فیصلہ میں حائل رہی اور کچھ دوسرے سیاسی اور مملکتی وجوہ صلح میں رکاوٹ بنے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ اسلام کی بدنصیبی نے جنگ صفین کی صورت میں عالمِ اسلام کے مستقبل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہی وہ مرحلہ ہے جہاں پہنچ کر حضرت عمروؓ بن العاص کی ذات خصوصی بحث کا موضوع بنتی ہے۔

ایک روایت

کہا گیا ہے کہ جنگ جب زوروں پر تھی اور حضرت علیؓ کا غلبہ نمایاں ہو چلا تو عمروؓ بن العاص کے زرخیز دماغ کو ایک تدبیر سوجھی جس نے حضرت علیؓ کی فتح یابی کو اچانک ہی شکست میں تبدیل کر دیا۔ عمروؓ جنگ کی اس نازک ساعت میں امیر معاویۃؓ سے ملے اور کہا کہ:

"شامی فوج عنقریب ہی شکست سے دوچار ہونے والی ہے۔ اب بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کسی طرح جنگ یہیں رُک جائے۔"

چنانچہ عمروؓ نے کہا کہ:

"اس مرحلہ پر قرآن کے دامن میں پناہ مناسب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ متعدد قرآن کریم نیزوں پر لٹکا کر (دوسری روایت میں ہے کہ قرآن کھول کر) فریقِ مخالف کے سامنے پیش کیے جائیں اور انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ آؤ ہم اپنے قضیہ میں قرآن کریم کو منصف مان لیں۔"

عمروؓ کو یقین تھا کہ اس تدبیر سے علیؓ کی فوج میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ علیؓ کے ساتھی بالآخر جنگ سے دستکش ہو جائیں گے اور ہمارا بھرم قائم رہ جائے گا۔ ابن سعدؒ کی روایت کے موجب عمروؓ نے معاویۃؓ سے کہا کہ:

هل انت مطيعى فتأمر رجالا ينشر المصاحف ثم يقولون يا اهل العراق! ندعوكم الى القرآن و الى ما فى فاتحته الى خاتمته [1]

کہ آپ میری بات مانیں تو لوگوں کو حکم دیں کہ وہ بڑی تعداد میں قرآن کریم لے کر عراقیوں

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سامنے کھول کر کھڑے ہو جائیں اور انہیں کہیں کہ ہم تمہیں فاتحہ سے والناس تک لکھے ہوئے اس قرآن کی طرف دعوت دیتے ہیں تاکہ ہم سب مل کر اس کا فیصلہ قبول کرلیں۔
روایت کا یہ بھی کہنا ہے کہ عمرو نے حضرت امیر معاویہ کے سامنے یہ تجویز رکھتے ہوئے پورے یقین سے یہ بھی کہا کہ :

فانك ان تفعل ذلك يختلف اهل العراق ولا يزيد ذلك امر اهل الشام الا استجماعاً [1]

کہ اگر آپ نے میری اس تجویز پر عمل کیا تو اس سے اہل عراق میں ضرور اختلاف رونما ہو جائے گا مگر اہل شام کی طاقت اپنی جگہ بدستور مجتمع رہے گی۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ :

"امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کی یہ تجویز پسند کی بعربی الفاظ میں فاطاعة یعنی ان کی یہ بات مان لی گئی (اور تجویز کے مطابق عمل کیا گیا)

مزید کہا گیا ہے کہ :

عمروؓ کا خیال فی الواقعی درست ثابت ہوا اور جونہی قرآن کے اوراق انسانی سروں کے اوپر ہوا میں لہرائے، سر جھک گئے، تلواریں نیام میں داخل ہو گئیں اور جنگ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ عمروؓ بن العاص نے ایک طرف تو مصحف اعظم کو پارہ پارہ کر کے پانچ نیزوں پر اٹھایا اور دوسری طرف مزید سینکڑوں قرآن نیزوں کی انیوں پر بندھے میدان جنگ میں ہر طرف پھیل گئے پھر عراقی بہادر جس جانب بھی دھکیلتے نکل جاتے۔ سامنے قرآن لہراتا نظر آتا۔ آخر علیؑ کی فوجوں نے یہ کہتے ہوئے تلواریں رکھ دیں کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور ہے"

مؤرخین کا قول ہے کہ :

"اس مرحلہ پر حضرت علیؓ نے بہت چاہا کہ جنگ بند نہ ہو مگر ان کی افواج نے ایک نہ سنی اور دوبارہ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھنے سے انکار کر دیا۔ علیؓ نے چیخ چیخ کر کہا کہ قرآن کریم کا

(باقی برصفحہ)

[1] طبقات ابن سعد جلد ۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Phone : { Res. 67784
Office 53925

Reg. No. L. 7794

Monthly **TARJUMAN-UL-HADITH** Lahore

7, AIBAK ROAD, ANARKALI

Vol. 1	May 1970	No. 11

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور

طاغوتی طاقتوں اور الحادی قوتوں پر ضرب کاری

دین حنیف کا علمبردار

اسلامی ثقافت و نظام کا داعی

سلفی عقائد کا نقیب

روحانی اقدار کا پیامبر

ہر شمارہ پاکستان کے نامور اہل قلم کی نگارشات سے آراستہ و پیراستہ

اگلے شمارہ (جون) کے مضامین

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ
حضرت مولانا محمد عبدہ	پروفیسر عبدالقیوم
مولانا غلام احمد حریری	اختر راہی
مولانا ساجد میر	احسان دانش

دیگر مضامین

فی شمارہ : ۷۵ پیسے ۔ سالانہ آٹھ روپے

دفتر ماہنامہ ترجمان الحدیث - ۷ - ایبک روڈ - انارکلی - لاہور

© rasailojaraid.com